شرک سے پاک اللہ کی بندگی

خرّم مراد

منشورات

00094 / 11

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمُ

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ:

بَيْنَا أَنَا رَدِيفُ النَّبِيِّ ﷺ ، لَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ إِلَّا آخِرَةُ الرَّحْلِ، فَقَالَ: يَامُعَاذُ. قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَارَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ:

يَامُعَاذُ! قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ:

يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ!قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ، قَالَ:

هَلْ تَدْرِيْ مَاحَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ:

حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا. ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ:

يَامُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ! قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ:

هَلْ تَدْرِي ما حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ إِذَا فَعَلُوْهُ. قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ:

حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ.

(بخاری)

باسمہ

اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا اصل مقصد یہ ہے کہ بندے کا تعلّق اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح طریقے سے قائم ہو جائے۔ دوسرے الفاظ میں مخلوق اپنے خالق سے جڑ جائے اور صحیح طریقے سے جڑ جائے۔ سارے دین کی، شریعت کی، ہر چیز کی بنیاد یہی تعلّق ہے۔ اگر یہ تعلّق درست ہو جائے تو پھر اخلاق اور اعمال، سیاست اور معیشت سب درست ہو سکتے ہیں۔ کامیابی کے سارے وعدے بھی اسی کے ساتھ مشروط ہیں کہ یہ تعلّق درست اور صحیح ہو۔ دنیا کی کامیابی اور آخرت کی کامیابی سب اسی پر منحصر ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اس بات کی تعلیم دی کہ سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرنا چاہیے۔ اس کے بغیر ایمان ایک خالی خولی ایمان ہے جس کے الفاظ زبان سے ادا ہو جاتے ہیں لیکن وہ دل میں نہیں اُترتا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ تعلیم بھی دی کہ نفع و نقصان کا مالک صرف وہی ہے۔ مانگنا ہے تو اُس سے مانگو۔ سوال کرنا ہے تو اُس سے سوال کرو۔ مدد چاہیے تو اُس سے طلب کرو۔ اُس کے چاہے بغیر کوئی کچھ دے نہیں سکتا اور اُس کے چاہے بغیر کوئی کچھ چھین نہیں سکتا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کو اور پھیلایا کہ اللہ تعالیٰ تو ایسی ذات ہے جس کا احاطہ آدمی نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ نے یہ بتا کر اس کو بالکل انسان سے قریب کر دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم بھوکے ہوتے ہو تو میں کھانا کھلاتا ہوں، پیاسے ہوتے ہو تو میں پانی پلاتا ہوں، بے لباس ہوتے ہو تو میں کپڑا پہناتا ہوں، بیمار ہوتے ہو تو میں شفا

بخشتا ہوں۔ اور جو بھی تمھاری ضرورت ہے، وہ سب بھی میں دے دوں تو میرے خزانے میں کوئی کمی نہیں آتی۔ تو اپنے اعمال کی فکر کرو، میرے ساتھ اپنا تعلّق درست رکھو۔ گناہ بھی ہوں گے تو میں معاف کردوں گا۔

ایک حدیث میں اِن ساری تعلیمات کا خلاصہ آ گیا ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں جو ایک بہت مشہور انصاری صحابی ہیں اور ان سے بے شمار روایات احادیث کے مجموعوں کے اندر پائی جاتی ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ایک دفعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا اور میرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بیٹھنے کے لیے جو زین ہوتی ہے، اس کے علاوہ اور کوئی چیز حائل نہیں تھی۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا قریب تھا کہ میرا جسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے لگا ہوا تھا۔

فقال یامعاذ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ۔

قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ،

میں نے کہا کہ میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اور ساری بھلائی اور نیک بختی کے ساتھ حاضر ہوں۔ اور وہ آپ کے لیے ہے۔ پھر کچھ دیر اور سواری چلتی رہی۔

ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارا کہ اے معاذ۔

قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ،

میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں حاضر ہوں۔ دو دفعہ حاضر ہوں اور ساری بھلائیوں اور نیک بختیوں کے ساتھ حاضر ہوں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہیں۔

پھر سواری کچھ اور آگے بڑھ گئی۔ یعنی کچھ لمحات، چند گھڑی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری چلتی رہی۔

ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذ پھر آپ ﷺ نے تیسری دفعہ پکارا: اے معاذ۔

قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ.

میں نے جواب دیا کہ میں حاضر ہوں، یا رسول اللہ ﷺ! میں حاضر ہوں اور ساری بھلائی اور نیک بختی آپ ﷺ کے لیے ہے۔ اسی کے ساتھ حاضر ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

هَلْ تَدْرِيْ مَاحَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ،

کیا تمھیں پتا ہے کہ اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟

قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ،

میں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔

قال حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا

اللہ کا حق اپنے بندوں پر یہ ہے کہ وہ صرف اس کی بندگی کریں، اس کی عبادت کریں، اور کسی چیز کو بھی اس کے ساتھ شریک نہ کریں۔

پھر آپ ﷺ کچھ دور چند لمحات چلتے رہے۔

ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذ،

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے معاذ بن جبل۔

قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ،

میں نے پھر کہا کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

هَلْ تَدْرِي ما حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ إِذَا فَعَلُوْهُ،

کیا تمھیں یہ بھی پتہ ہے کہ بندوں کا اللہ کے اوپر کیا حق ہے، اگر وہ اللہ کا حق ادا

کریں۔اور صرف اسی ایک کی بندگی کریں۔کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں۔

قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ

میں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔

قال: حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ.

اللہ کے اوپر بندوں کا حق یہ ہے کہ وہ پھر ان کو عذاب نہ دے۔

یہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف ابواب میں سات جگہ نقل کی ہے۔کتاب التوحید میں بھی کی ہے۔اللہ کی راہ میں کوشش کرنے کے باب میں بھی کی ہے۔سواری پر کسی کے پیچھے سوار ہونے کے باب میں بھی کی ہے۔چونکہ نبی کریم ﷺ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جس گدھے پر سوار تھے،اس کا نام 'وخیر' تھا تو اُنھوں نے یہ کہا ہے کہ جانور کا نام رکھنا حدیث کی رو سے جائز ہے۔مختلف جگہ اُنھوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔صحیح مسلم میں بھی یہ روایت کی گئی ہے۔ترمذی میں بھی ہے اور تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ یہ مسند احمد بن حنبل میں بھی روایت کی گئی ہے۔

اس کے اندر بظاہر تو ایسی کوئی نئی بات نہیں ہے جو پہلے سے ہم جانتے اور مانتے نہ ہوں لیکن اس کے چند پہلو ایسے ہیں کہ جن کی تذکیر اور یاددہانی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کے تعلّق کے مختلف پہلوؤں کا علم حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔

سب سے پہلے جو چیز قابل غور ہے،وہ طریقِ تعلیم اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا اپنے نبی کریم ﷺ کے ساتھ قرب اور آپ ﷺ سے نزدیک ہونا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں آیا ہے کہ:

اے غلام!اللہ کی عیادت کر،اللہ تیری عیادت کرے گا۔

اس میں بھی یہی الفاظ تھے کہ میں آپ ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا۔

اور یہاں تو اُنھوں نے اور تفصیل میں جا کر کہا ہے کہ انا ردیف النبی میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں تھی، سوائے اس کجاوے کے جو جانور کی پیٹھ پر کسّا جاتا ہے اور جس پر سوار بیٹھتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ نبی کریم ﷺ نے اچانک کوئی لمبی چوڑی تقریر شروع نہیں کر دی۔ بلکہ آپ ﷺ نے اپنے ساتھی کے ذہن اور توجہ کو مرکوز کرنے کے لیے تین دفعہ خطاب کیا، اے معاذ، اے معاذ، اے معاذ! دوسری حدیث میں مختصراً صرف اتنا ہے کہ تین دفعہ آپ ﷺ نے یہ کہا، جب کہ اس حدیث میں تین دفعہ کا الگ الگ ذکر ہے۔

پہلی دفعہ کہہ کر، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: سواری تھوڑی دیر تک چلتی رہی۔ پھر آپ ﷺ متوجہ ہوئے اور کہا اے معاذ! پھر سواری چلتی رہی، پھر آپ ﷺ متوجہ ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے کہا: اے معاذ! پھر سواری چلتی رہی۔ پھر آپ ﷺ نے کہا کہ کیا تم یہ جانتے ہو کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے۔

ایک تو آپ ﷺ کا طریقِ تعلیم دیکھیں۔ اس میں مخاطب کی توجہ اپنی طرف کھینچنا اور بات کو اس کے دل میں اُتارنا ایک اہمیّت رکھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے طریقِ تعلیم کی یہ خصوصیّت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بیان فرمائی ہے کہ آپ ﷺ بات کو اس طرح فرماتے تھے کہ ہر لفظ الگ الگ سمجھ میں آتا۔ اور کہیں ایسا نہ ہوتا تھا کہ آپ ﷺ تیزی میں، خوشی میں بولتے چلے جائیں۔ ویسے احادیث میں آپ ﷺ کی تقریروں کے حوالے سے یہ روایات ملتی ہیں کہ جب آپ ﷺ بہت جذبات میں آ کر بولتے تھے تو آپ ﷺ کی گردن کی رگیں تن جاتی تھیں، چہرہ سرخ ہو جاتا تھا۔ لیکن تعلیم کے وقت ایسا نہ ہوتا تھا۔ یہ بھی احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ ایک بات کو تین تین دفعہ دہرایا کرتے تھے، تاکہ سننے والے اچھی طرح سن لیں، یاد کرنے والے اچھی طرح یاد کر لیں، محفوظ کرنے والے اچھی

طرح محفوظ کرلیں اوران کے دلوں میں بات اُتر جائے۔ نبی کریم ﷺ کا یہی طریقِ تعلیم ہم کو یہاں نظر آتا ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان کے صحابی رضی اللہ عنہ نے اس پورے عمل کو بیان کرنا ضروری سمجھا۔ ورنہ وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ بندوں کے اوپر اللہ کا حق کیا ہے اور بتایا کہ یہ ہے کہ اس کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور پھر پوچھا کہ اللہ کے اوپر بندوں کا حق کیا ہے؟ میں نے کہا کہ وہ بھی اللہ اور آپ ﷺ بہتر جانتے ہیں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ان کو عذاب نہ دے۔

لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی پورے واقعے کی چھوٹی چھوٹی تفصیل بیان کرنے میں بڑا مزہ آتا تھا۔ یہ اس بات کی بھی علامت ہے کہ حدیثیں گھڑی ہوئی نہیں ہوسکتیں۔ کوئی شخص حدیث گھڑے گا تو اس طریقے سے اس تفصیل میں نہیں جائے گا۔کسی گھڑی ہوئی عبارت میں واقعہ اتنی تفصیل سے بیان نہیں ہوتا۔اس بات سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ یہ احادیث یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کی گئی ہیں، اس لیے کہ راویوں نے بعض چھوٹی چھوٹی بظاہر غیر اہم تفصیلات بھی محفوظ کی ہیں۔مثلاً مصافحے والی مشہور حدیث میں راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے مصافحہ کیا تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کا ہاتھ مخمل کی طرح ملائم تھا۔اور میرے ہاتھ میں ان سے خوشبو آ گئی۔اُنھوں نے جس اگلے راوی سے اس روایت کو بیان کیا،اُنھوں نے کہا کہ اچھا آپ نے ان ہاتھوں سے نبی کریم ﷺ سے مصافحہ کیا؟ اُنھوں نے کہا: ہاں۔ اُنھوں نے کہا: میں بھی آپ سے مصافحہ کروں گا تاکہ میرے مصافحے کی نسبت بھی حضور ﷺ تک پہنچ جائے۔اور آج چودہ سو سال کے بعد بھی وہ راوی موجود ہیں جن کے مصافحے کی نسبت اسی طرح حضور ﷺ تک پہنچتی ہے۔ان راوی سے جو سلسلے چلتے ہیں، جب اُنھوں نے اس واقعے کو

بیان کیا تو ہر سننے والے نے کہا: اچھا میں بھی آپ سے مصافحہ کرلوں تاکہ میرے مصافحے کی نسبت بھی حضور ﷺ تک پہنچ جائے۔ لوگوں کے تعلّق کی یہ نوعیت تھی۔ یہ ایک ایک بات کو محفوظ رکھتے تھے اور اسے بتاتے تھے۔ حدیث کے اندر حکمت و دانائی کا اور دین کی تعلیم کا اور دین کی تفصیل کا سارا ذخیرہ اسی لیے آتا ہے۔

اس حدیث میں جو بات کہی گئی ہے، وہ بڑی واضح اور صاف ہے، لیکن نبی کریم ﷺ نے اس انداز میں بیان فرمایا ہے کہ یہ اللہ کا بندوں پر حق ہے کہ وہ صرف اس کی بندگی کریں۔ اس کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کریں۔ اور ساتھ ہی عذاب کے بارے میں بھی فرمایا کہ یہ بندوں کا اللہ پر حق ہے کہ اگر بندے اس کی بندگی میں شرک نہ کریں تو پھر وہ ان کو عذاب نہ دے۔

ان دونوں باتوں پر ہم الگ الگ غور کریں گے، اس لیے کہ یہ بڑی اہم باتیں ہیں۔ بظاہر تو بڑی عام باتیں ہیں لیکن ان کی بڑی اہمیّت اس لیے ہے کہ اِنھی پر سارے دین کا مدار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر نبی کو یہی پیغام دے کر بھیجا کہ

اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ [النحل ۲:۱۶]

آگاہ کردو، میرے سوا کوئی تمھارا معبُود نہیں، اس لیے تم مجھ سے ڈرو۔

جو رسول بھی ہم نے بھیجا، وہ کسی زمانے میں آیا، کسی قوم میں آیا، ہندوستان میں آیا، یورپ میں آیا، یا چین میں آیا، جاپان میں آیا، شریعت کی نماز کی، روزے کی، زکوٰۃ کی تفصیل کچھ بھی ہو، لیکن سب کو ہم نے ایک بنیادی پیغام دے کر بھیجا:

اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ

اس سے آگاہ کردو، لوگوں کو خبردار کردو کہ میرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں ہے، کوئی معبُود نہیں ہے۔ تم کو چاہیے کہ صرف میری بندگی کرو، کسی اور کی بندگی نہ کرو۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت تھی:

یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ [الاعراف ۷:۵۹]

اے قوم! اللہ کی بندگی کرو، اس کے علاوہ تمھارا کوئی الٰہ نہیں۔ یہ بندگی ایسی عبادت ہے جس میں کوئی شریک نہ ہو۔

یہ بات سارے دین کی بنیاد اوراس کا خلاصہ ہے۔ یہ بات ہم اور آپ سب جانتے ہیں۔لیکن اس کو ہم پوری طرح سمجھتے نہیں ہیں۔اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں ایک اللہ کی بندگی کی دعوت دے رہے تھے، یا اس سے پہلے جتنے انبیاے کرام علیہم السلام نے ایک اللہ کی بندگی کی دعوت دی، ان کے مخالفین میں سے کوئی بھی اس بات سے منکر نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ ہے اور وہی سب سے بڑا معبُود اور الٰہ ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں تھا۔قرآن مجید میں تو کفارِ قریش سے باقاعدہ مکالمے نقل کیے گئے ہیں:

ان سے پوچھو! آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟
کہیں گے، اللہ نے۔
مردے سے زندے کو، زندے سے مردے کو کون نکالتا ہے؟
کہیں گے اللہ۔
کون کائنات میں تدبیر کرتا ہے؟
اللہ کرتا ہے۔
آسمان سے بارش کون برساتا ہے؟
اللہ تعالیٰ برساتا ہے۔

اس سے ابوجہل کو، ابولہب کو، تین سو سے زائد بتوں کی پرستش کرنے والوں کو، کسی کو اس سے اختلاف نہیں تھا کہ خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے، رزق دینے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے، پانی

بھی وہ اُتارتا ہے، تدبیر بھی اس کی چلتی ہے۔ایسے ہرسوال کا جواب یہی ملے گا: اللہ

فسیقولون اللّٰه

پس وہ کہیں گے اللہ۔

یہ سوال بڑا اہم بن جاتا ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ خالق تو اللہ تعالیٰ ہے اور مالک تو اللہ تعالیٰ ہے اور رزق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور نفع ونقصان پہنچانے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے باوجود نبی کریم ﷺ کی یہ دعوت اپنی قوم کو تھی۔ اس سے پہلے سارے انبیا علیہم السلام کی رہی۔ آپ ﷺ نے سب سے یہی مطالبہ کیا اور اسی پر ساری لڑائی اور ناراضی تھی۔ نبی کریم ﷺ کا ابوجہل سے ایک مکالمہ نقل کیا گیا ہے کہ

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں صرف ایک بات چاہتا ہوں۔تم وہ مان لو ہماری تمھاری لڑائی ختم ہوجائے گی۔ وہ بہت خوش ہوا کہ پتہ نہیں کون سی بات ہے، جس سے سارے جھگڑے نبٹ جائیں گے۔آپ ﷺ نے کہا کہ اس بات کو مان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی الہٰ نہیں۔ وہ اس پر بہت ہی غصہ ہوا۔ یہ اس کا بلکہ سارے کفارِ قریش کا قول ہے جو قرآن نے نقل کیا ہے:

کیا اس نے سارے معبُودوں کی جگہ ایک ہی معبُود سمجھا ہے۔ وہ یہی الہٰ ہوگا۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ ساری کائنات میں ایک ہستی معبُود ہے اور کوئی اس لائق نہیں ہے کہ اس کی شریک ہو، اس کی ذات میں شریک ہو، اس کے اختیارات میں شریک ہو اور مختلف چیزوں میں شریک ہو۔

شرک کی قسمیں تو بہت ساری ہیں اور کتابوں کے اندر سب بیان بھی ہوئی ہیں۔ اگر تین چار باتیں ہماری سمجھ میں آجائیں تو ہم اس بات سے محفوظ رہ سکتے ہیں کہ ہم اپنے اعمال میں اور بندگی میں کسی کو شریک کریں۔

اللہ کی بندگی سب کرتے تھے۔ کفارِ قریش بھی کرتے تھے۔ نماز بھی پڑھتے تھے۔ حج بھی کرتے تھے۔ اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے تھے۔ ان میں سے کوئی کام ایسا نہیں تھا جس سے ان کو انکار ہو۔ ان میں سے بعض کرتے تھے، بعض نہیں کرتے تھے۔ اور آج بھی یہی ہے کہ بعض مسلمان کرتے ہیں، بعض نہیں کرتے۔ لیکن اصل بات جس پر جھگڑا اور اختلاف تھا، وہ یہ تھا کہ کیا صرف ایک اللہ ہی پرستش اور بندگی کا مستحق ہے، یا اس کے ساتھ کوئی اور بھی مستحق ہے۔ لوگ اس کو سمجھنے سے قاصر تھے کہ جب قرآن مجید یہ کہتا ہے: مالکم من الٰہ غیرہ تو اس کے معنی کیا ہیں۔ لوگ اس پر برافروختہ بھی ہوتے تھے، ناراض بھی ہوتے تھے۔ آج بھی لوگ جانتے بوجھتے، یا بغیر جانے بوجھے شرک کے اندر مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس سے اپنے آپ کو نہیں بچا پاتے۔ اس لیے اس بات کو اچھی طرح جاننے اور سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ فرمادیا کہ صرف میری بندگی کرو، اس بندگی میں کسی کو شریک نہ کرو تو اس کا کیا مطلب ہے؟

دُنیا کے اندر ایسے بہت کم لوگ ہیں جو اللہ کی ذات میں کسی کو شریک کریں اور یہ کہیں کہ ایک اور اللہ بھی ہے۔ عیسائی اس معاملے میں سب سے آگے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تین وجود ہیں۔

۱۔ باپ ۲۔ بیٹا ۳۔ روح القدس

یہ ان کا بڑا صاف شرک ہے۔ لیکن اگر آپ کسی عیسائی سے بات کریں اور اس سے کہیں کہ تم مشرک ہو تو وہ سخت ناراض ہوگا۔ اس نے بھی اپنے عقیدے کی تعبیر ایسی کر رکھی ہے جس میں وہ اس کو توحید ہی کا مظہر سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ تو ایک ہی ہے۔ یہ اس کے تین ظہور ہیں جو کائنات میں مختلف انداز میں ہوئے ہیں۔ بحیثیت باپ، محبت، رحمت، شفقت کے لیے ہوا ہے۔ کہیں انصاف کرنے کے لیے، ہدایت دینے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے روپ میں ہوا ہے اور کہیں مسلسل لوگوں کی رہنمائی کرنے کے لیے روح القدس کی صورت میں ہوا ہے۔لیکن کوئی عیسائی یہ نہیں کہے گا کہ میں شرک کرتا ہوں۔اگر آپ کہیں گےتو وہ آپ سے ناراض ہوگا، آپ سے لڑے گا اور آپ سے غصہ کرے گا کہ تم مجھے مشرک کیوں کہتے ہو جب کہ میں تو اللہ کو ایک مانتا ہوں۔ میں تو موحد ہوں۔عیسائی مسلمانوں سے یورپ میں جب مکالمے کرتے ہیں تو اسی بنیاد پر کرتے ہیں کہ ہم تینوں اللہ کو ایک ماننے والے ہیں۔مسلمان بھی ایک اللہ کو مانتے ہیں۔ یہودی بھی ایک اللہ کو مانتے ہیں۔ عیسائی بھی ایک اللہ کو مانتے ہیں۔اور یہی ہمارے درمیان قدر مشترک ہےتو اس وقت یہ بحث نہیں ہے کہ وہ غلط ہیں، اس لیے کہ یہ بات تو ظاہر اور صاف ہے۔ اس پر گفتگو ہو سکتی ہے۔ بحث یہ ہے کہ لوگ شرک کرتے ہوئے بھی یہ سمجھتے ہیں کہ ہم توحید پر قائم ہیں۔ عیسائی دُنیا کی ایک تہائی آبادی ہیں۔ وہ شرک کرتے ہیں لیکن سمجھتے ہیں ہم توحید پر قائم ہیں۔اگر آپ ہندو فلسفیوں کے پاس چلے جائیں جو بڑے پڑھے لکھے لوگ ہیں تو وہ شرک سے صاف اعلان برأت کرتے ہیں کہ ہم پتھر کے بتوں کو نہیں پوجتے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی صفات کی صرف علامت اور نشانی ہے۔کہیں وہ دولت دیتا ہے تو اس کا ایک بت بن گیا ہے۔کہیں اس کی قدرت ہے، اس کے آٹھ دس ہاتھ ہیں تو دوسرا بت بن گیا ہے۔ یہ تو ہم نے علامتیں بنالی ہیں۔اس کی نشانیاں ہیں لیکن ہم ان کی پرستش نہیں کرتے۔ پرستش تو ہم صرف خدائے واحد کی کرتے ہیں۔ یہودیوں اور ہندوؤں کے وید میں فلسفے ہیں۔ یہ میں آپ کو اس لیے نہیں بتا رہا ہوں کہ عیسائی ٹھیک ہیں، ہندو ٹھیک ہیں، بلکہ میں تو چاہتا ہوں کہ ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ دنیا کے اندر ایسی قومیں موجود ہیں جو صاف صاف اس بات کا اعلان کرتی ہیں کہ نہیں، ہم شرک نہیں کرتے ہم موحد ہیں، ہم ایک خدا کو مانتے ہیں، لیکن قرآن مجید کی، حدیث کی ہر تعلیم کی رو سے وہ مشرک ہیں۔ ہمارا بھی تو وہی

حال نہیں ہے۔ ہم کو سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا جو حق مختصراً بیان کر دیا:

اَنْ يَّعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا

کہ اللہ کی بندگی کریں اور اس عبادت میں کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں،

اس کا کیا مطلب ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ الٰہ اور رب کے معنی بھی ہم عام طور سے نہیں جانتے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جہاں پر آدمی جا کر سجدہ کرے، اور رکوع کرے، اور مرادیں مانگے، بس وہی رب اور الٰہ ہے۔ جو بہت آگے بڑھتے ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ بس یہی بندگی ہے۔ اس پر شرک کا فتویٰ لے کر آتے ہیں کہ مزاروں پر جا کر یہ کچھ کیا جاتا ہے۔ اس سے آگے بات نہیں بڑھتی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جو بھی اللہ کے علاوہ کسی کو وفاداری، محبت، پرستش، اطاعت اور طاقت کا ایسا سرچشمہ مانے کہ وہ اللہ کے ساتھ اس کے اختیارات میں شریک ہے، یا اس سے الگ بھی کوئی چیز اس کے پاس موجود ہے تو یہی شرک ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اس لحاظ سے انسان خود اپنا بھی معبود بن جاتا ہے۔

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ

کیا تم نے اس کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا الٰہ اور معبود بنالیا؟

تو یہ نہیں کہ معبود صرف پتھر کا، یا سونے کا، یا چاندی کا، یا درخت، یا چاند اور سورج ہی ہوتے ہیں یا وہ قبریں ہوتی ہیں، بلکہ جب آدمی خود اپنا ایسا شیفتہ و فریفتہ ہو جائے کہ اپنی خواہش کو اللہ کے احکام پر ترجیح دے، اس کے ساتھ وفاداری، اس کی دل ربائی، اس کے ساتھ محبت اللہ سے بڑھ کر ہو جائے، وفاداری اور پرستش کا مرکز اپنا نفس اور اپنی ذات ہو جائے تو وہ بھی الٰہ ہے۔ قرآن مجید نے عیسائیوں اور یہودیوں کے بارے میں فرمایا ہے:

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اُنھوں نے اپنے علما اور دینی رہنماؤں کو ـــ رہبان تو خانقاہ میں بیٹھنے والے صوفی

سمجھیے اور احبار علما ہیں ___ اللہ کے علاوہ اپنا رب بنالیا ہے۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے آپ واقف ہوں گے۔ وہ حاتم طائی کے لڑکے تھے۔ عیسائی تھے۔ قبیلہ طے کے سردار تھے۔ وہ ایمان لاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بہت طویل حدیث ہے جس میں آتا ہے:

اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ ،

آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی۔

اسی حدیث کا ایک حصّہ ہے۔ اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ آیت میری سمجھ میں نہیں آئی۔ ہم ان کو سجدہ کرتے ہیں، نہ ان کو رکوع کرتے ہیں، نہ ان کی بندگی کرتے ہیں، نہ ان کی پرستش کرتے ہیں، نہ منّتیں مانتے ہیں۔ پھر قرآن نے یہ کیسے کہہ دیا کہ ہم نے ان کو اپنا رب بنالیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ وہ جس چیز کو حلال کر دیں، تم آنکھیں بند کر کے اس کو حلال مان لیتے ہو۔ اور جس چیز کو وہ حرام کر دیں، تم آنکھیں بند کر کے اسے حرام مان لیتے ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ ایسا تو ہے۔ ہم نے تو پورا دین حرام اور حلال ان کے حوالے کر رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ یہی تو ان کو رب بنانا ہے۔ اس لیے کہ یہ حق تو اللہ کا ہے کہ آدمی بلا چون و چرا آنکھیں بند کر کے اس کا بتایا ہوا حلال و حرام مان لے۔ یہ اختیار نہ کسی ریاست کا ہے اور نہ کسی فرد کا ہے، نہ کسی پارلیمنٹ کا ہے، نہ کسی عالم کا ہے، نہ کسی صوفی کا ہے۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اس کا حلال حرام اللہ کے حلال حرام سے الگ، یا اس سے بالا، یا اس سے ماورا، یا اس سے علیحدہ ہو۔

قرآن نے جانوروں کے کھانے پینے کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ کے نام کے بغیر ذبح کیے جائیں تو مت کھاؤ، بتوں کے نام پر ذبح کیے جائیں تو مت کھاؤ۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ شیطان اور دوسرے لوگ تمھارے دل میں وسوسے ڈال دیں گے کہ جانوروں کے

کھانے میں کیا ہے۔فرمایا کہ اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو پھر تم مشرک ہو جاؤ گے۔یعنی وہ جانور کھانا جو بت کے نام پر چڑھایا گیا ہے، یہ بھی شرک ہے۔ جو اللہ کے نام پر ذبح نہیں کیا گیا،اس کا کھانا بھی شرک ہے۔قرآن نے کہا ہے کہ احکام میں اطاعت بھی شرک ہے۔ نفع ونقصان کی اُمید اللہ کے علاوہ کسی سے باندھنا بھی شرک ہے۔لیکن اگر آپ کسی ڈاکٹر سے دوا لیتے ہیں تو یہ اس میں شامل نہیں ہے۔دُنیا کے کسی اور کام کے لیے آپ بھاگ دوڑ کرتے ہیں تو یہ بھی نفع ونقصان کی اُمید باندھنے میں شامل نہیں ہے۔ہمارے بعض صوفیاے کرام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اتنا آگے پہنچا دیا ہے جہاں عام انسان کے بس کی بات نہیں رہتی۔مثلاً ایک صوفی کے مکاشفے میں ایک بزرگ [واقعہ نہیں مکاشفہ ہے] اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اللہ نے پوچھا: آج کیا لائے ہو؟ اُنھوں نے کہا: بس ایک ہی چیز لایا ہوں۔کبھی کسی کو تیرے ساتھ شریک نہیں کیا۔اللہ تعالیٰ نے کہا: اچھا تم دودھ والی بات بھول گئے۔اُنھوں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا: دودھ والی بات کیا ہے۔تو اللہ نے فرمایا: تم نے کہا تھا کہ میں نے دودھ پی لیا ہے، اس وجہ سے میرے پیٹ میں درد ہو گیا ہے، حالانکہ ہر چیز تو اللہ کے چاہنے سے اور اللہ کے کہنے سے ہوتی ہے۔اس طرح کی بات جذبات اور تربیت کے لیے تو اچھی بات ہوسکتی ہے لیکن توحید اور شرک کی حدود میں اس طرح کی بات کا کوئی دخل نہیں ہے۔اس میں غلو ہے۔اس لیے کہ کوئی آدمی بھی اپنی زبان کو اتنا پاک نہیں کرسکتا کہ اس کی زبان سے یہ نہ نکلے: گرمی میں چلا تو لو لگ گئی اور میں نے کھانا کھالیا تو میرے پیٹ میں درد ہو گیا۔اللہ تعالیٰ نے خود ہی نفع ونقصان اس کے اندر رکھا ہے۔لیکن جو آدمی یہ سمجھے کہ یہ نفع ونقصان اللہ کے علاوہ بھی کوئی پہنچا سکتا ہے، اللہ سے ماورا پہنچا سکتا ہے، اللہ کے اختیارات میں شریک ہے، تو یہ وہ مقام ہے جہاں شرک پیدا ہوتا ہے۔

اسی طرح خوف کا معاملہ ہے۔ ایک انسان کا فطری خوف ہے۔ حضرت موسٰی علیہ السلام کا عصا سانپ بن گیا تو وہ ڈر کر پیچھے ہٹے۔ پیغمبر تھے، نبی تھے، اللہ کے محبُوب اور برگزیدہ بندے تھے۔ ان کا بڑا اونچا مقام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فرمایا ہے کہ میں نے تجھ کو اپنی ذات کے لیے چن لیا، تربیت دی، لیکن بہرحال وہ انسان تھے۔ اُنھوں نے دیکھا لکڑی اچانک سانپ بن گئی تو فطری خوف ان پر طاری ہوا۔ وہ پیچھے ہٹے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا: لا تخف، نہ ڈرو، آگے آؤ، اس کو ہاتھ میں لو۔ خوف اللہ تعالیٰ کی تسلی سے دور ہوگیا۔ اس میں غلو کی بات نہیں ہے۔ لیکن یہ بات بہرحال ظاہر ہے کہ نفع ونقصان اللہ کی طرف سے ہے۔

ذات کے اندر شرک تو اُمت کے اندر شاذونادر ہی پایا جاتا ہے۔ بلکہ تقریباً پایا ہی نہیں جاتا لیکن صفات میں شرک اور بندگی میں شرک پایا جاتا ہے۔ عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے خالص اور مخصوص ہونی چاہیے۔ پرستش اللہ کے لیے ہو اور سجدہ اللہ کے آگے ہو۔ نذر آدمی اس کے نام پر مانے، منتیں اس کے آگے مانے، اسی کے آگے سر جھکائے۔ اسی کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو۔ اپنی محبت کے اظہار کے لیے آدمی جو طریقے بھی جانتا ہو، وہ اللہ کے لیے مخصوص ہوں۔ اپنی شیفتگی اور وفاداری کا مرکز اسی کو رکھے۔ اختیار سارا اس کے پاس سمجھے۔ اختیار اس حد تک اس کے پاس ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ نے کبھی کہا: مَاشَاءَ اللّٰهُ وَمَاشَاءَ مُحَمَّدٌ [جو اللہ چاہے اور جو محمد چاہیں] تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: یہ بات مت کہو، جو اللہ چاہتا ہے بس وہی ہوتا ہے۔

سورۃ الکہف میں اللہ تعالیٰ نے بڑی اچھی تمثیل اور واقعہ بیان کیا ہے۔ یہ واقعہ آج کے دور کے بالکل حسبِ حال ہے۔

دو آدمی تھے۔ ایک آدمی کا بڑا عمدہ باغ تھا، بڑا سرسبز، اور بڑا زرخیز، اتنا زرخیر باغ تھا کہ درختوں کے بیچ میں بھی پودے لگے ہوئے تھے۔ جیسے دو درختوں کے بیچ میں

آدمی چلغوزہ لگا دیتا ہے۔ یعنی صرف فصل ہی نہیں ضمنی فصل بھی موجود تھی۔ اور اس کے اندر پانی کی نہریں بہہ رہی تھیں۔ یعنی اس فصل کے باقی رہ جانے کے انتظامات بھی وہاں موجود تھے۔ اُس کا ایک ساتھی بھی تھا۔ اِس آدمی نے اُس سے کہا کہ یہ تو میرے اپنے زور بازو کا نتیجہ ہے۔ یہ میں نے خود اپنے ہاتھ سے، اپنی سائنس سے، اپنی ٹکنالوجی سے، اپنے علم سے خود کیا ہے اور یہ اب کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اس کو کبھی زوال نہیں آئے گا۔ یہ تو ہمیشہ رہے گا۔ اس آدمی نے کہا کہ ماشاء اللّٰہ ولا قوۃ اِلّا باللّٰہ تو نے شرک کیا۔ تجھ کو یہ کہنا چاہیے تھا، جو اللہ نے چاہا، وہی ملا اور کسی کے پاس اللہ کے علاوہ کوئی قوت نہیں ہے۔

عہدِ جدید کا شرک تو یہی ہے کہ ہر چیز کو مادی اسباب میں تلاش کرو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مادی اسباب پر نظر نہیں ڈالنا چاہیے۔ نہیں، دیکھنا چاہیے۔ لیکن اسی کو کُل سمجھ لینا کہ جو کچھ ہوتا ہے، انھی کی وجہ سے ہوتا ہے اور آدمی نے جو کچھ کیا، اپنے زرخیز ذہن کی وجہ سے کیا اور یہ ترقی ہوئی اور ہوتی رہے گی، یہ شرک ہے۔ جن لوگوں نے یورپ کی تاریخ پڑھی ہے، وہ جانتے ہیں کہ ۱۹۱۴ء کی جنگ سے پہلے یورپ کے سارے فلاسفر اور سیاست دان اور علما اس بات کے قائل تھے کہ انسان یہ ترقی ایسی کر رہا ہے جو مسلسل جاری رہے گی۔ جس کو انگریزی میں linear progress کہا جاتا ہے۔ یعنی ایک لائن میں ترقی بڑھتی جائے گی، گھٹے گی نہیں۔ لیکن پھر جس طرح اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کے قصے میں کہا ہے کہ اچانک ایک طوفان آیا، اور ساری کھیتی اوندھی ہو کر رہ گئی، سب کی جڑ کٹ گئی، اسی طرح دوسری جنگِ عظیم کا طوفان آیا اور ڈھائی کروڑ آدمی مر گئے۔ پورا یورپ تخت و تاراج ہو گیا۔

یہ بھی بڑی عجیب بات ہے کہ کسی کو نہیں معلوم کہ لڑائی کس لیے ہوئی۔ بعد میں بڑی تحقیق ہوئی، سیاست دانوں کے کاغذات نکال کر دیکھے گئے۔ معلوم ہوا کہ کوئی شخص لڑائی نہیں چاہتا تھا۔ کوئی حکمران، کوئی بادشاہ، کوئی وزیر اعظم لڑائی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن چار و ناچار

لڑائی کی طرف دھکیل دیے گئے۔ اس کے بعد یورپ کے سارے فلسفے بدل گئے۔ نقطۂ نظر بدل گئے۔ لوگ مایوس ہوگئے۔ انسان سے مایوس ہوگئے۔ نئے نئے فلسفے ایجاد ہوئے۔ لیکن یہ بالکل وہی قوت ہے، ماشاء اللّٰہ ولا قوۃ الا باللّٰہ۔ اب بھی انسان اس گھمنڈ میں آتا ہے کہ سائنس اور ٹکنالوجی سب کچھ کرسکتی ہے۔ چاند تک بھی پہنچاسکتی ہے۔ ستاروں کے اندر بھی پہنچاسکتی ہے۔ آدمی جو کام چاہے کرسکتا ہے۔ مجھے اس سے انکار نہیں ہے کہ سائنس اور ٹکنالوجی بڑے بڑے کام سرانجام دے سکتی ہے۔ لیکن وہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے حکم ہی سے انجام دیتی ہے۔ حکم نہ ہو تو ہر چیز بے کار ہوجاتی ہے۔ چاند پر جانے والا سیارہ زمین پر کھڑے کھڑے جل سکتا ہے، بھک سے اڑسکتا ہے۔ اس کا کمپیوٹر، اس کا علم، اس کی احتیاطیں سب ناکام ہوسکتی ہیں۔ ٹارنیڈو آتا ہے تو بڑی بڑی احتیاطوں کے سوا کہ عمارات خالی کرالیں، آبادیاں خالی کرالیں۔ انسان کے پاس کوئی دوسرا علاج نہیں ہوتا۔ اگر آج سان فرانسسکو اور ٹوکیو میں زلزلہ آجائے تو انسان کے پاس اس کا کوئی توڑ نہیں ہے کہ پورا کا پورا شہر درہم برہم ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ اسی بات کو فرماتا ہے کہ میری عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کرو، اختیارات سارے میرے ہیں، کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے۔ نفع و نقصان کی اُمید صرف مجھ سے باندھو۔ پرستش کے جتنے بھی مظاہر ہیں، مانگنا اور ہاتھ پھیلانا اور منتیں مانگنا اور سجدہ کرنا اور عبادت کرنا، یہ سب بھی صرف میرے لیے ہونے چاہییں۔ اور اطاعت بھی سب سے بڑھ کر میری ہو۔ یہ نہیں کہ کسی اور کا کہنا نہ مانو۔ والدین کا کہنا مانو، حکمرانوں کا کہنا مانو لیکن یہ سب اطاعت میری اطاعت کے تابع ہونا چاہیے۔ کسی مخلوق کی اطاعت میری معصیت میں جائز نہیں ہے، جائز نہیں ہوسکتی۔ حکمرانِ اعلیٰ صرف میں ہوں۔

یہ عبادت کے چند پہلوؤں کے معنی ہیں، ورنہ شرک پر تو بڑی طویل گفتگو ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ اس بات کو کہا ہے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ کس نے آسمان سے پانی اُتارا؟ کس نے زمین سے خوشنما پودے اُگائے؟

ءَ اِلٰہ مَّعَ اللّٰہ

''کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور الٰہ بھی ہے؟''

کس نے زمین کو اس قابل بنایا کہ تم اس میں زندگی بسر کرسکو۔ اتنے نازک ترازو پر زمین کا میزان قائم ہے کہ جو لوگ سائنس نہیں جانتے، وہ تصور نہیں کر سکتے کہ کس طرح درجۂ حرارت کے ساتھ انسان کی زندگی کی بقا وابستہ ہے۔ برف اتنا ہی بھاری ہوتا جتنا پانی، تو سارا پانی جم جاتا اور مچھلیاں مرجاتیں۔ ایک ایک ماشے، ایک ایک رتی کے چھوٹے چھوٹے فرق کے اوپر اللہ نے انسان کی زندگی کو قائم کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کے نیچے پانی کا انتظام کیا۔ میٹھا پانی پلایا۔ سمندر سے ہوائیں آتی ہیں۔ آپ اگر کوئی پانی صاف کرنے کا کارخانہ لگائیں تو اربوں ڈالر خرچ کریں گے۔ سورج نکلتا ہے۔ کھارا پانی صاف ہوجاتا ہے۔ آپ پانی پہنچانا چاہیں گے تو آپ نہریں کھودیں گے، پائپ لائنیں ڈالیں گے، تخمینے لگائیں گے کہ اس میں اتنا خرچ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کے دوش پر پانی کو سوار کردیا، وہ ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں، برس جاتے ہیں۔ اس کو محفوظ بھی کردیا۔ کنوؤں میں، تالابوں میں، نہروں میں، دریاؤں میں۔ ءَ اِلٰہ مع اللّٰہ، کیا اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ ہوسکتا ہے؟ جب آدمی بالکل مضطرب، حیران، پریشان ہوتا ہے، سارے مادی وسائل کٹ جاتے ہیں، جو مومن نہیں ہیں، اللہ کو نہیں مانتے، وہ بھی جب اس مقام کو پہنچتے ہیں تو کسی نادیدہ ہستی کو پکارتے ہیں:

ءَ اِلٰہٌ مَعَ اللّٰہِ قَلِیْـلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ

کیا اللہ کے سوا کوئی الٰہ ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو

پھر کون ہے جو تمھارے ہوائی جہاز چلاتا ہے۔کون تمھیں سمندروں اور خشکیوں میں چلاتا ہے۔اور اب تو ہواؤں میں بھی چلاتا اور اُڑاتا ہے۔اپنے مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ تم اپنی راہ کو پالیتے ہو۔کس نے آسمانوں کو قطب شمالی کا راستہ بتایا جس سے تم راستے بناتے ہو۔زمین میں نشانیاں پھیلا دیں،ستارے بنا دیے،جن سے آدمی راستہ پائے یہ کس کا کام ہے؟

تعالَى اللّٰه عَمَّا يُشرِكُون.

اللہ اس شرک سے بالا و برتر ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں

ایک جگہ نہیں، بلکہ بے شمار مقامات پر قرآن مجید نے کائنات کی نشانیاں کھول کھول کر بیان کی ہیں۔

پھر فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی عبادت کا یہ طریقہ اختیار کرلے کہ میری بندگی میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرے تو جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

کیا جانتے ہو کہ اللہ کے اوپر بندوں کا حق کیا ہے؟ اُنھوں نے کہا:

اللہ اور رسول بہتر جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ کے اوپر بندوں کا حق یہ ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے۔

جو آدمی اس زندگی کو اختیار کرے،اور شرک سے اپنے آپ کو پاک کرلے،تو اللہ تعالیٰ اس بندگی کے صدقے اس کے گناہ بھی معاف کرے گا۔ بندوں سے بھی حقوق معاف کروائے گا۔اس کا ذکر میں بار بار کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کے لیے کہا ہے کہ میں خود مدعی سے کہوں گا۔میں اس کو بڑا زبردست محل دکھاؤں گا۔مدعی کہے گا کہ مجھے اس سے میرا حق دلوایئے تو میں کہوں گا کہ یہ محل دیکھو۔وہ پوچھے گا کہ یہ کس کے لیے ہے؟

میں کہوں گا کہ اس کے لیے ہے جو معاف کر دے۔ وہ کہے گا کہ میں معاف کرتا ہوں، میں اس محل میں جانا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ان بندوں سے جو اس کی بندگی کریں اور کسی کو شریک نہ کریں، دُنیا میں بھی سر بلندی کے وعدے کیے ہیں:

اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اگر تم واقعی صحیح معنوں میں ایمان رکھنے والے ہو، تو تم دنیا میں غالب رہو گے۔

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ [النور ۲۴:۵۵]

ان کو زمین میں غلبہ دے گا، خلافت عطا فرمائے گا۔ ان کے دین کو غالب کرے گا اور خوف اور ذلت کی حالت کو دور کرے گا۔

شرط بس یہ ہے کہ

يعبدونني، صرف میری بندگی کریں۔

لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

یہ شرط پوری کر دو گے تو دُنیا کی عزّت اور سر بلندیاں بھی ہیں اور آخرت کا بھی اَجر ہے۔ معاشی ترقی بھی ہے۔ آسمان سے بھی رزق برسے گا، زمین سے بھی۔ اوپر سے بھی کھاؤ گے، نیچے سے بھی کھاؤ گے۔ لیکن سب کے ساتھ یہی شرط ہے کہ اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ایسی بندگی کی توفیق عطا فرمائے۔ [آمین]

جس حدیث کا مطالعہ کیا گیا ہے، اس کا اُردو ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ایک دفعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا اور میرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بیٹھنے کے لیے جو زین ہوتی ہے، اس کے علاوہ اور کوئی چیز حائل نہیں تھی۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا قریب تھا کہ میرا جسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے لگا ہوا تھا۔

فقال یا معاذ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ۔

فقلت: لَبَّیْکَ یَارَسُوْلُ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ،

میں نے کہا کہ میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ساری بھلائی اور نیک بختی کے ساتھ حاضر ہوں۔ اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔

پھر کچھ دیر اور سواری چلتی رہی۔

ثُمَّ قَالَ یَا مُعَاذ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارا کہ اے معاذ۔

قُلْتُ: لَبَّیْکَ یَارَسُوْلُ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ.

میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں حاضر ہوں۔ دو دفعہ حاضر ہوں اور ساری بھلائیوں اور نیک بختیوں کے ساتھ حاضر ہوں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہیں۔

پھر سواری کچھ اَور آگے بڑھ گئی۔ یعنی کچھ لمحات، چند گھڑی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری چلتی رہی۔

ثُمَّ قَالَ یَا مُعَاذ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری دفعہ پکارا: اے معاذ۔

قُلْتُ: لَبَّیْکَ یَارَسُوْلُ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ۔

میں نے جواب دیا کہ میں حاضر ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں حاضر ہوں اور ساری بھلائی اور نیک بختی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔ اِسی کے ساتھ حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هَلْ تَدْرِيْ مَاحَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ،

کیا تمھیں پتا ہے کہ اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟

قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ،

میں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔

قال حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا

اللہ کا حق اپنے بندوں پر یہ ہے کہ وہ صرف اس کی بندگی کریں، اس کی عبادت کریں، اور کسی چیز کو بھی س کے ساتھ شریک نہ کریں۔

پھر آپ ﷺ کچھ دور چند لمحات چلتے رہے۔

ثم قال یامعاذ ابن جبل، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے معاذ بن جبل۔

قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ،

میں نے پھر کہا کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا:

هَلْ تَدْرِي ما حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ إِذَا فَعَلُوْهُ،

کیا تمھیں یہ بھی پتا ہے کہ بندوں کا اللہ کے اوپر کیا حق ہے، اگر وہ اللہ کا حق ادا کریں۔ اور صرف اسی ایک کی بندگی کریں۔کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کریں۔

قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ

میں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔

قال: حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ۔

اللہ کے اوپر بندوں کا حق یہ ہے کہ وہ پھر ان کو عذاب نہ دے۔[بخاری]

❖ ❖ ❖